کشمیر کے گلیشیروں کی بربادی کا نتیجہ

افتخار گیلانی

جنوبی ایشیائی ممالک میں ہر سال کہیں خشک سالی، سیلاب، تپش، سمندری طوفان اور اب جاڑوں میں ہوائی آلودگی کی وجہ سے سیکڑوں افراد لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔ ۲۰۰۹ء میں کوپن ہیگن میں ماحولیاتی کانفرنس سے قبل اس وقت بھارت کے وزیر ماحولیات نے پاکستانی مذاکراتی ٹیم کے سربراہ اقبال خان سے ملاقات کے بعد بتایا تھا کہ ''دونوں ممالک ماحولیات سے متعلق مشترکہ موقف اپنائیں گے اور اشتراک کی راہیں ڈھونڈیں گے''۔ مگر اس سمت میں ایک قدم بھی آگے بڑھ نہ سکا۔ بجائے کسی مشترکہ حکمت عملی کے، ۲۰۱۴ء کے بعد تو ایسے حالات پیدا کیے گئے کہ مشترکہ دریاؤں کے پانی کو بھی روکنے کی دھمکیاں دی گئیں۔

ماحولیاتی تباہی کے سوال پر بھارت اور پاکستان کے درمیان اشتراک اس لیے اشد ضروری ہے، کیونکہ دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں کو پانی فراہم کرنے والے کشمیر اور لداخ کے پہاڑوں میں موجود گلیشیر تیزی کے ساتھ پگھل کر ختم ہو رہے ہیں۔ پچھلے دو عشروں سے کشمیر کے سب سے بڑے 'کلاہوئی گلیشیر' کی ناک ٹاپ ۲۲ میٹر سے زائد پگھل چکی ہے۔ یہ اعداد و شمار ۲۰۰۷ء کے ہیں۔ اس کے بعد تو مزید تباہی آچکی ہے۔ اس کے اطراف کے چھوٹے گلیشیر تو کب کے ختم ہو چکے ہیں۔ ہمالیہ خطے کے ۱۵ہزار گلیشیر دنیا کے چار بڑے دریاؤں سندھ، گنگا، میکانگ اور برہم پترا کے لیے منبع کا کام کرتے ہیں۔ تقریباً تین ارب افراد کی زندگی ان کے پانیوں کی مرہون منت ہے۔

ایک بھارتی سائنس دان ایم این کول کے بقول ان ۱۵ہزار گلیشیروں میں ۶ہزار ۵سو بھارت میں اور پھر ان میں ۳ہزار ایک سو ۳۶ کشمیر اور لداخ خطے میں ہیں۔ پاکستان کا مرکزی دریا سندھ، تبت سے نکل کر لداخ اور پھر گلگت کے راستے پاکستان میں داخل ہوتا ہے۔ اس کی ایک شاخ کارگل

کے پاس الگ ہوکر سونہ مرگ کے راستے وادیٔ کشمیر کے ایک حصّے کو سیراب کرتی ہوئی، گاندربل میں دریائے جہلم میں ضم ہوجاتی ہے۔ پاکستان کی تین چوتھائی آبادی سندھ طاس میں آباد ہے اور اس کی ۸۰ فی صد خوراک کی ضروریات سندھ اور اس کی معاون ندیوں خاص طور پر جہلم اور چناب پر منحصر ہے۔

ان گلیشیروں کو سب سے زیادہ خطرہ پہاڑی علاقوں میں بلا روک ٹوک آمد و رفت اور ہندو مذہبی یاتراؤں سے منسلک ہے۔ جنوبی کشمیر میں امرناتھ اور شمالی بھارت کے صوبہ اترا کھنڈ کے چار مقدس مذہبی مقامات بدری ناتھ ،کیدار ناتھ، گنگوتری اور یمنوتری اس کی بڑی مثال ہیں۔ دوعشرے قبل تک کشمیر میں امرناتھ یاترا کے لیے محدود تعداد میں لوگ شریک ہوتے تھے، لیکن اب ہندو نسل پرستوں کی مہم کے نتیجے میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ آتے ہیں۔ سال بہ سال ان کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے۔ اس یاترا کو فروغ دینے کے پیچھے کشمیر کو ہندوؤں کے لیے ایک مذہبی علامت کے طور پر بھی ابھارنا ہے، تاکہ اس پر بھارت کے دعوے کو مزید مستحکم بنایا جاسکے۔

۱۹۹۶ء میں برفانی طوفان کی وجہ سے اس علاقے میں ۲۰۰ سے زائد ہندو یاتری مرگئے تھے۔ اس حادثے کی انکوائری کے لیے بھارتی وزارت داخلہ کی طرف سے مقرر کردہ ڈاکٹر نتیش سین گپتا کی قیادت میں اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی نے یاتریوں کو ایک محدود تعداد میں یاترا کرنے کی سفارش کی تھی۔ اس سفارش کی بنیاد پر ریاستی حکومت نے یاتریوں کی تعداد کو محدود اور ضابطہ بند بنانے کی جب کوشش کی، تو ہندو دھرم کے علَم بردار لیڈروں نے اسے مذہبی رنگ دے کر حکومت کی کوششوں کو ناکام بنادیا۔ حد تو اس وقت ہوگئی جب ۲۰۰۵ء میں کشمیر کے اس وقت کے وزیراعلیٰ مفتی محمد سعید نے اپنے دور میں گورنر جنرل (ر) ایس کے سنہا کی طرف سے یاترا کی مدت میں اضافے کی تجویز پر اعتراض کیا، تو ان کی کابینہ کے تمام ہندو وزیروں نے استعفےٰ پیش کردیے۔

دوسری طرف ہندو شدت پسند لیڈروں نے پورے ملک میں مہم شروع کرکے بڑے پیمانے پر ہندوؤں کو امرناتھ یاترا پر اُبھارنا شروع کردیا۔ اترا کھنڈ کے چار دھام کی طرح امرناتھ کو بھی سیاحت اور بھارت کی نسل پرست قومی سیاست کے ساتھ جوڑنے کی کوششیں کی گئیں۔ پروفیسر کول کے مطابق اگر اس علاقے میں اسی طرح ہزاروں یاتریوں کی آمدورفت کا سلسلہ جاری رہا تو ماحولیات اور گلیشیروں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔ لیکن اس مشورے پر کان دھرنے کے بجائے

بھارتی حکومت زیادہ سے زیادہ یاتریوں کو بال تل کے راستے ہی امرناتھ بھیج رہی ہے۔

بھارتی حکومت نے بھارت کے بیش تر دریاؤں اور ندیوں کے منبع، یعنی گنگا کے گلیشیروں کی حفاظت کے لیے متعدد اقدامات کیے ہیں، لیکن وادیٔ کشمیر اور پاکستان کو پانی فراہم کرنے والے 'سندھ طاس گلیشیروں' کی تباہی پر وہ ذرا بھی فکرمند نہیں نظر آتی ہے۔ ۲۰۰۶ء ہی میں اتراکھنڈ صوبہ میں ماحولیات کے تحفظ کے لیے وہاں پر ہندو قوم پرست بی جے پی حکومت نے ایک حکم نامہ جاری کیا، جس کی رُو سے ہر روز صرف ۲۵۰ سیاح اور زائرین دریائے گنگا کے منبع 'گومکھ گلیشیر' جا سکتے ہیں۔ اس کا موازنہ اگر آپ سندھ طاس کو پانی فراہم کرنے والے کشمیر کے 'کلاہوئی گلیشیر' کے ساتھ کریں تو وہاں ہر روز اوسطاً ۲۰ ہزار افراد مئی اور اگست کے درمیان اسے روندتے ہوئے نظر آئیں گے۔

ماہرین ماحولیات کہتے ہیں کہ ''ایسے وقت میں، جب کہ دنیا موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے ایک نئی آفت سے دوچار ہونے والی ہے اور اس مصیبت کو ٹالنے کے لیے دنیا کے بیش تر ممالک پہاڑی علاقوں میں سیاحوں کی آمد کو ریگولیٹ کر رہے ہیں، بھارت کو بھی چاہیے تھا کہ کشمیر کے قدرتی ماحول کو برقرار رکھنے کے لیے امرناتھ میں یاتریوں کی تعداد کو ضابطے کا پابند بنانے کی تجویز پر مذہبی نقطۂ نگاہ کے بجائے سائنسی نقطۂ نگاہ سے غور کرتا''۔ بھارت کے ایک اہم ادارے 'دی انرجی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ' (TERI) نے بھی اپنے ایک تحقیقی مطالعے میں دعویٰ کیا تھا کہ دریائے چناب کے طاس کے گلیشیروں میں ۲۱ فی صد کمی واقع ہوئی ہے۔

غیرسرکاری تنظیم 'ایکشن ایڈ' نے اپنی ایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ 'نجوان اکل گلیشیر' تو پوری طرح پگھل چکا ہے۔ تھجواسن، زوجیلا اور نارانا گ کے گلیشیر بھی بُری طرح متاثر ہو چکے ہیں۔ امرناتھ مندر کے غار کے اوپر کا گلیشیر، جس کی وجہ سے غار کے اندر برف کا 'شیولنگ' بنتا ہے، وہ بھی تقریباً ۱۰۰ میٹر تک گھٹ چکا ہے۔ شمالی کشمیر کے سیاحتی مقام گلمرگ کے نزدیک 'افروٹ گلیشیر' کا وجود ہی ختم ہو چکا ہے، جب کہ ایک وقت یہ ۴۰۰ میٹر طویل ہوا کرتا تھا۔ اسی طرح جنوبی کشمیر کے ناگی نند، ہانجی پورہ اور وندرنند کے گلیشیر بھی ختم ہو چکے ہیں۔ ۵۰ سال قبل چناب طاس میں ۸ ہزار مربع کلومیٹر کے قریب گلیشیر ہوتے تھے، جو اس وقت صرف ۴ ہزار ایک سو مربع کلومیٹر تک رہ گئے ہیں۔ سیاچن گلیشیر پر فوجی سرگرمیوں کی وجہ سے اس کی کیا حالت ہو چکی ہوگی، اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

خود بھارت میں گلیشیروں کا ڈیٹا حاصل کرنا بھی خاصا مشکل ہے، کیونکہ یہ سرحدی علاقوں میں آتے ہیں اور وزارت دفاع وفوج ان علاقوں کے سروے کی اجازت نہیں دیتی۔ جے رام رمیش نے اپنی وزارت کے دوران گلیشیروں کے سروے اور ان کا ڈیٹا اکٹھا کرنے کا حکم صادر کیا تھا، مگر وزارت دفاع نے محققین کو ان علاقوں تک رسائی دینے سے انکار کر دیا۔ اب بھی بھارت میں گلیشیروں کے حوالے سے معتبر ڈیٹا موجود نہیں۔

گلیشیروں کے علاوہ کشمیر میں گھنا جنگلاتی رقبہ بھی ۳۷ فی صد سے گھٹ کر ۱۱ فی صد رہ گیا ہے۔ پہلگام کے علاقے میں گھنے جنگلات کا رقبہ جو ۱۹۶۱ء میں ۱۹۱ مربع کلومیٹر تھا، ۲۰۱۰ء میں ۳۹ مربع کلومیٹر ریکارڈ کیا گیا، وہ اب اور بھی سکڑ گیا ہے۔ اسی طرح پانی کے سب سے بڑے ذخیرے ولرجھیل کی قسمت بھی کشمیریوں کی قسمت کی طرح سکڑ گئی ہے۔ اس کا رقبہ پچھلی تین دہائیوں میں ۱۵۷ مربع کلومیٹر سے گھٹ کر ۸۶ مربع کلومیٹر رہ گیا ہے۔ دریائے جہلم کو پانی فراہم کرنے والا یہ ایک بڑا ماخذ اور سرچشمہ ہے۔

فوجی کشیدگی یا سرحدی تنازعات کے خطرات تو ہیں، مگر ایسا لگتا ہے کہ ماحولیاتی تبدیلیاں، خاص طور پر جب وہ جان بوجھ کر عمل میں لائی جاتی ہوں، ان سے بھی شدید ترین خطرات لاحق ہوجاتے ہیں۔ اس جہالت، دھونس اور ظالمانہ غیر ذمہ داری کے نتیجے میں جنگوں سے بھی زیادہ افراد کی ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ بھارت اور پاکستان کو چاہیے کہ کم ازکم اس معاملے میں ایک دوسرے کے ساتھ اشتراکِ عمل کرکے خطے کو ماحولیاتی تبدیلی کے ہلاکت انگیز طوفان سے بچائیں۔ دوسرا طریقہ ہے کہ سارک تنظیم کے ذریعے کوئی نظامِ کار ترتیب دیا جائے۔

سفارتی مؤرخ رچرڈ اولمین نے قومی سلامتی کو درپیش خطرات کی تشریح پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''ہر وہ چیز جس سے عوامی زندگی یا اس کا معیار متاثر ہوتا ہے، سلامتی کے زمرے میں آتی ہے''۔ بھارت اور پاکستان کو چاہیے کہ خطۂ کشمیر کو ماحولیاتی تباہی سے بچانے اور اس کے جنگلات، گلیشیر اور پانی کے ذخائر کو بچانے کا عہد کریں۔ اگر یہ ناپید ہوجاتے ہیں تو ہمالیہ، ہندوکش اور پھرنشیب میں ایک بڑی آبادی کی زندگی داؤ پر لگ سکتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ خطرہ کسی ایٹمی جنگ کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تباہی سے کم نہیں ہوگا، کہ جس کی طرف ہم بہت تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔